ختمِ نبوّت

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ!

کتاب: **ختمِ نبوت**

مصنف: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ناشر: اسلامک ریسرچ اکیڈمی۔کراچی

تقسیم کنندہ: مکتبہ معارفِ اسلامی
ڈی۔۳۵، بلاک۔۵، فیڈرل بی ایریا
کراچی۔۷۵۹۵۰
فون: ۶۳۴۹۸۴۰۔۶۸۰۹۲۰۱ (۰۲۱)

اشاعت: جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ ۔ مئی ۲۰۱۰ء

تعداد: ۱۰۰۰

قیمت: ...... روپے

فہرستِ مضامین

آیت سورۃ الاحزاب	5
قرآن کے سیاق وسباق کا فیصلہ	7
لغت کی رو سے خاتم النبیین کے معنی	8
ختم نبوت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات	10
صحابہ کرامؓ کا اجماع	17
تمام علماء امت کا اجماع	19
کیا اللہ کو ہمارے ایمان سے کوئی دشمنی ہے؟	27
اب نبی کی آخر ضرورت کیا ہے؟	28
نئی نبوت اب اُمت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے	30
''مسیحِ موعود'' کی حقیقت	31
احادیث در باب نزول عیسی ابنِ مریمؑ	32
ان احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟	43

نوٹ: فہرست پر کلک کر کے مضامین تک براہِ راست پہنچا جا سکتا ہے، جبکہ ہر صفحے سے واپس فہرست پر جانے کا لنک موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

موجودہ زمانے میں اسلام کے خلاف جو فتنے رونما ہوئے ہیں، اُن میں سے ایک بڑا فتنہ وہ نئی نبوت ہے جس کا دعویٰ اس صدی کے آغاز میں کیا گیا تھا اور جس کی دعوت ۶۰ سال سے اُمت میں گمراہی پھیلنے کا بہت بڑا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ دوسرے فتنوں کی طرح یہ فتنہ بھی دراصل صرف اس وجہ سے اٹھا اور پھیلا ہے کہ مسلمان عام طور پر اپنے دین سے جاہل ہیں۔ یہ جہالت اگر نہ ہوتی اور لوگ ختمِ نبوت کے مسئلے کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہوتے تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا دعوائے نبوت ایک مسلمان قوم کے اندر پھل پھول سکتا۔

آج بھی اس فتنے کا قلع قمع کرنے کی صحیح اور مؤثر ترین تدبیر اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو عقیدۂ ختمِ نبوت کی حقیقت اور دین میں اس کی اہمیت خوب سمجھا دی جائے اور اس سلسلے میں جو شبہات دلوں میں ڈالے جاتے ہیں، انہیں معقول دلائل کے ساتھ رَد کر دیا جائے۔

اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔ جو حضرات اسے مفید پائیں، ان سے گزارش ہے کہ وہ اسے محض پڑھ کر نہ رہ جائیں بلکہ اس کے پھیلانے میں حتی الوسع پورا حصہ لیں۔ ضرورت ہے کہ یہ ہر پڑھے لکھے آدمی تک پہنچے اور پڑھے لکھے لوگ اسے اَن پڑھ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔ امید ہے کہ اس سے نہ صرف وہ لوگ محفوظ ہو جائیں گے جو ابھی اس گمراہی سے متاثر نہیں ہوئے ہیں، بلکہ جو متاثر ہو چکے ہیں، ان میں سے بھی حق پسند لوگوں کے سامنے حق واضح ہو جائے گا۔ البتہ اُن لوگوں کا کوئی علاج اللہ کے سوا کسی کے پاس بھی نہیں ہے جو ایک غلط بات کو مان لینے کے بعد اپنے دل کے دروازے بند کر چکے ہیں۔

لاہور

۱۲ فروری ۱۹۶۲ء ابوالاعلیٰ مودودی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختمِ نبوت

آیت سورۃ الاحزاب:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۠ (الاحزاب: ۴۰)

’’(لوگو!) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے‘‘۔

یہ آیت سورہ احزاب کے پانچویں رکوع میں نازل ہوئی ہے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اُن کفار و منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر طعن و تشنیع اور بہتان و افترا کے طوفان اٹھا رہے تھے۔ اُن لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ زینب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے کی بیوی تھیں اور اس بنا پر وہ حضورؐ کی بہو ہوتی تھیں۔ اب زیدؓ کے طلاق دینے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا کہ ’’یہ نکاح ہمارے حکم سے ہوا ہے اور اس لیے ہوا ہے کہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے جب کہ وہ انہیں طلاق دے چکے ہوں، نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ رہے‘‘۔ پھر آیت نمبر ۳۸ و ۳۹ میں فرمایا کہ ’’نبی پر جو کام اللہ فرض کر دے اس کے کرنے سے کوئی طاقت نبی کو باز نہیں رکھ سکتی۔ انبیاء کا کام لوگوں سے ڈرنا نہیں بلکہ اللہ سے ڈرنا ہے اور ہمیشہ سے ان کے معاملہ میں اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ وہ کسی کی پروا کیے بغیر اللہ کا پیغام پہنچائیں اور بلا تردّد اس کے احکام بجالائیں‘‘۔ اس کے بعد یہ آیت ارشاد فرمائی جس میں مخالفین کے تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

اُن کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ ’’محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں‘‘ یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے‘ وہ بیٹا تھا کب، کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا۔ تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں۔

ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا‘ اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا زیادہ سے زیادہ بس جائز ہی ہو سکتا تھا‘ آخر اس کا کرنا کیا ضرور تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا وَلٰـكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ ’’مگر وہ اللہ کے رسول ہیں‘‘ یعنی ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے‘ اس کے بارے میں تمام تعصّبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کی حلّت کے معاملے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں[1]‘‘۔

پھر مزید تاکید کے لیے فرمایا: وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ’’اور خاتم النبیین ہیں‘‘ یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو در کنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے‘ لہٰذا یہ اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسمِ جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں۔

---

[1] منکرینِ ختمِ نبوت اس مقام پر یہ سوال کرتے ہیں کہ معترضین کا یہ اعتراض کس روایت میں وارد ہوا ہے؟ لیکن یہ سوال دراصل ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے اعتراضات نقل کیے بغیر ان کے جوابات دیے ہیں اور جواب کی عبارت سے خود بخود یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اعتراض کیا تھا‘ جس کا یہ جواب دیا جا رہا ہے۔ یہاں بھی جواب خود اعتراض کا مضمون بیان کر رہا ہے۔ پہلے فقرے کے بعد وَلکن (مگر) کے لفظ سے دوسرا فقرہ شروع کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے فقرے میں مخاطب کی ایک بات کا جواب ہو جانے کے باوجود اس کا ایک سوال یا اعتراض باقی رہ گیا تھا جس کا جواب دوسرے فقرے میں دیا گیا ہے۔ پہلے فقرے میں ان کو اس اعتراض کا جواب مل چکا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے بعد ان کا یہ اعتراض باقی تھا کہ آخر اس کام کو کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اس پر فرمایا گیا: ’’مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں‘‘۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ زید کھڑا نہیں ہوا مگر بکر کھڑا ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ’’زید کھڑا نہیں ہوا‘‘ سے ایک بات کا جواب مل جانے کے بعد سائل کا یہ سوال باقی رہ جاتا تھا کہ پھر کون کھڑا ہوا ہے؟ اسی سوال کا جواب ’’مگر بکر کھڑا ہوا ہے‘‘ کا فقرہ دے رہا ہے۔

اس کے بعد مزید زور دیتے ہوئے فرمایا گیا: وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ''اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔ یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس رسمِ جاہلیت کو ختم کرا دینا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی۔ وہ جانتا ہے کہ اب اس کی طرف سے کوئی نبی آنے والا نہیں ہے لہٰذا اگر اپنے آخری نبی کے ذریعہ سے اس نے اس رسم کا خاتمہ اب نہ کرا دیا تو پھر کوئی دوسری ہستی دنیا میں ایسی نہ ہوگی جس کے توڑنے سے یہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائے۔ بعد کے مصلحین اگر اسے توڑیں گے بھی تو ان میں سے کسی کا فعل بھی اپنے پیچھے ایسا دائمی اور عالمگیر اقتدار نہ رکھے گا کہ ہر ملک اور ہر زمانے میں لوگ اس کا اتباع کرنے لگیں اور ان میں سے کسی کی شخصیت بھی اپنے اندر اس تقدس کی حامل نہ ہوگی کہ کسی فعل کا محض اس کی سنت ہونا ہی لوگوں کے دلوں سے کراہیت کے ہر تصور کا قلع قمع کر دے۔

قرآن کے سیاق وسباق کا فیصلہ:

ایک گروہ جس نے اِس دور میں نئی نبوت کا فتنۂ عظیم کھڑا کیا ہے' لفظ خاتم النبیین کے معنی ''نبیوں کی مہر'' کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ لیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو انبیاء بھی آئیں گے وہ آپ کی مہر لگنے سے نبی بنیں گے' یا بالفاظِ دیگر جب تک کسی کی نبوت پر آپ کی مہر نہ لگے' وہ نبی نہ ہو سکے گا۔

لیکن جس سلسلۂ بیان میں یہ آیت وارد ہوئی ہے' اس کے اندر رکھ کر اسے دیکھا جائے تو اس لفظ کا یہ مفہوم لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی بلکہ اگر یہی اس کے معنی ہوں تو یہاں یہ لفظ بے محل ہی نہیں' مقصودِ کلام کے بھی خلاف ہو جاتا ہے۔ آخر اس بات کا کیا تُک ہے کہ اوپر سے تو نکاحِ زینب پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کیے ہوئے شکوک وشبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکا یک یہ بات کہہ ڈالی جائے کہ محمدؐ نبیوں کی مہر ہیں' آئندہ جو نبی بھی بنے گا' انکی مُہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق وسباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے' بلکہ اس سے وہ استدلال الٹا کمزور ہو جاتا ہے جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔

اس صورت میں تو معترضین کے لیے یہ کہنے کا اچھا موقع تھا کہ آپ یہ کام اس وقت نہ کرتے تو کوئی خطرہ نہ تھا' اس رسم کو مٹانے کی ایسی ہی کچھ شدید ضرورت ہے تو آپ کے بعد آپ کی مہر لگ لگ کر جو انبیا آتے رہیں گے' اُن میں سے کوئی اُسے مٹا دے گا۔

ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ ''خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین کے ہیں' یعنی نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے' البتہ کمالاتِ نبوت حضورؐ پر ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو اوپر ہم نے بیان کی ہے۔ سیاق وسباق سے یہ مفہوم بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتا' بلکہ اُلٹا اس کے خلاف پڑتا ہے۔ کفار ومنافقین کہہ سکتے تھے کہ حضرت' کم تر درجے کے ہی سہی' بہر حال آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔ پھر کیا ضروری تھا کہ اس رسم کو بھی آپ ہی مٹا کر تشریف لے جاتے۔

لُغت کی رُو سے خاتم النبیین کے معنی:

پس جہاں تک سیاق وسباق کا تعلق ہے' وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لیے جائیں اور یہ سمجھا جائے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ لیکن یہ صرف سیاق ہی کا تقاضا نہیں ہے' لغت بھی اس معنی کی مقتضی ہے۔ عربی لغت اور محاورے کی رُو سے ''ختم'' کے معنی مہر لگانے' بند کرنے' آخر تک پہنچانے اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

خَتَمَ الْعَمَلَ کے معنی ہیں فرغ من العمل ''کام سے فارغ ہو گیا''۔

خَتَمَ الْاِنَاءَ کے معنی ہیں ''برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مہر لگا دی تا کہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو''۔

خَتَمَ الْکِتَابَ کے معنی ہیں ''خط بند کر کے اس پر مہر لگا دی تا کہ خط محفوظ ہو جائے''۔

خَتَمَ عَلَی الْقَلْبِ ''دل پر مہر لگا دی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے''۔

خِتَامُ کُلِّ مشروب ''وہ مزا جو کسی چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے''۔

خاتمة کل شیءٍ عاقبتہ و اخرتہ ’’ہر چیز کے خاتمہ سے مراد ہے اس کی عاقبت اور آخرت‘‘۔

ختم الشـیء بلغ اٰخرہ ’’کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے اس کے آخر تک پہنچ جانا‘‘۔ اس معنی میں ختمِ قرآن بولتے ہیں اور اسی معنی میں سورتوں کی آخری آیات کو خواتیم کہا جاتا ہے۔

خـاتـم الـقـوم اٰخرھم ’’خاتم القوم سے مراد ہے قبیلے کا آخری آدمی‘‘۔ (ملاحظہ ہو لسان العرب، قاموس اور اقرب الموارد[1])

اسی بنا پر تمام اہلِ لغت اور اہلِ تفسیر نے بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے لیے

[1] یہاں ہم نے لغت کی صرف تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن بات انہی تین کتابوں پر منحصر نہیں ہے۔ عربی زبان کی کوئی معتبر لغت اٹھا کر دیکھ لی جائے، اس میں لفظ خاتم کی یہی تشریح ملے گی۔ لیکن منکرینِ ختمِ نبوت خدا کے دین میں نقب لگانے کے لیے لغت کو چھوڑ کر اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے، اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے۔ حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنی میں یہ لفظ استعمال کرنے سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے ناواقف ہو۔ کسی زبان میں بھی یہ قاعدہ نہیں ہے کہ اگر کسی لفظ کے حقیقی معنی کے بجائے کبھی کبھی مجازاً کسی دوسرے معنی میں بولا جاتا ہو تو وہی معنی اس کے اصل بن جائیں اور لغت کی رَو سے جو اس کے حقیقی معنی ہیں اُن میں اس کا استعمال ممنوع ہو جائے۔ آپ کسی عرب کے سامنے جب کہیں گے جَاءَ خَاتَمُ الْقوم، تو وہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لے گا کہ قبیلے کا فاضل و کامل آدمی آ گیا، بلکہ اس کا مطلب وہ یہی لے گا کہ پورا کا پورا قبیلہ آ گیا ہے حتیٰ کہ آخری آدمی جو رہ گیا تھا، وہ بھی آ گیا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین وغیرہ القاب جو بعض لوگوں کو دیے گئے ہیں، انکے دینے والے انسان تھے اور انسان کبھی یہ نہیں جان سکتا کہ جس شخص کو وہ کسی صفت کے اعتبار سے خاتم کہہ رہا ہے، اس کے بعد پھر کوئی اس صفت کا حامل پیدا نہیں ہوگا، اسی وجہ سے انسانی کلام میں ان القاب کی حیثیت مبالغے اور اعترافِ کمال سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے متعلق یہ کہہ دے کہ فلاں صفت اُس پر ختم ہو گئی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسے بھی انسانی کلام کی طرح مجازی کلام سمجھ لیں۔ اللہ نے اگر کسی کو خاتم الشعراء کہہ دیا ہوتا تو یقیناً اس کے بعد کوئی شاعر نہیں ہو سکتا تھا اور اس نے جسے خاتم النبیین کہہ دیا، غیر ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی ہو سکے۔ اس لیے کہ اللہ عالم الغیب ہے اور انسان عالم الغیب نہیں ہیں۔ اللہ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا اور انسانوں کا کسی کو خاتم الشعراء اور خاتم الفقہاء وغیرہ کہہ دینا آخر ایک درجہ میں کیسے ہو سکتا ہے۔

ہیں۔ عربی لغت عربی لغت ومحاورے کی رُو سے خاتم کے معنی ڈاک خانے کی مہر کے نہیں ہیں، جسے لگا لگا کر خطوط جاری کیے جاتے ہیں، بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لیے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔

ختمِ نبوت کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشادات

قرآن کے سیاق وسباق اور لغت کے لحاظ سے اِس لفظ کا جو مفہوم ہے، اس کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند صحیح ترین احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

۱. **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء. کلما ھلک نبی خلفه نبی، وانه لا نبی بعدی و سیکون خلفاء.**

(بخاری، کتاب المناقب، باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بلکہ خلفاء ہوں گے“۔

۲. **قال النبی صلی اللہ علیه وسلم ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنٰی بیتًا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون ھلّا وضعت ھذہ اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبیین.** (بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی

گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے' اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی نبی آئے)''۔

اسی مضمون کی چار حدیثیں مسلم' کتاب الفضائل' باب خاتم النبیین میں ہیں اور آخری حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ **فجئت فختمت الانبیاء** ''پس میں آیا اور میں نے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا''۔

یہی حدیث انہی الفاظ میں ترمذی' کتاب المناقب' باب فضل النبی اور کتاب الآداب' باب الامثال میں ہے۔

مسند ابوداؤد طَیالسی میں یہ حدیث جابر بن عبداللہ کی روایت کردہ احادیث کے سلسلے میں آئی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: **ختم بی الانبیاء** ''میرے ذریعے سے انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا''۔

مسند احمد میں تھوڑے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ اس مضمون کی احادیث حضرت اُبی بن کعب' حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی گئی ہیں۔

۳. **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فُضِّلت علی الانبیاء بِسِتٍّ' اعطیت جوامع الکلم' ونُصرتُ بالرعب' واحلت لی الغنائم' وجُعلت لی الارض مسجدا و طھوراً' وارسلت الی الخلق کافۃً وخُتم بی النبیون.** (مسلم' ترمذی' ابن ماجہ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔

- i- مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔
- ii- مجھے رعب کے ذریعہ سے نصرت بخشی گئی۔
- iii- میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیے گئے۔
- iv- میرے لیے زمین کو مسجد بھی بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی

(یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ روے زمین پر ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہے اور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمّم کر کے وضو کی حاجت بھی پوری کی جاسکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی)

v- مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنایا گیا۔

vi- اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا''۔

۴. **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی.**

(ترمذی، کتاب الرویا، باب ذھاب النبوة، مسند احمد، مرویات انس بن مالک)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی''۔

۵. **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا محمدؐ وانا احمدؐ وانا الماحیؐ الذی یمحیٰ بی الکفر، وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی، و انا العاقب الذی لیس بعدہٗ نبی.** (بخاری و مسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی. ترمذی. کتاب الآداب، باب اسماء النبی. موطا. کتاب اسماء النبی. المتدرک للحاکم، کتاب التاریخ، باب اسماء النبی)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاضر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے (یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنی ہے) اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو''۔

٦. **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یبعث نبییا الاحذر امتهٗ الدجال وانا اخر الانبیاء و انتم اخر الامم و هو خارج فیکم لا محالة** (ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الدجال)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگران کے زمانے میں وہ نہ آیا) اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ لامحالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی نکلنا ہے‘‘۔

۷. عن عبدالرحمانؓ بن جبیر قال سمعت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص یقول خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما کالمودّع فقال انا محمدؐ النبی الامّی ثلاثا ولا نبی بعدی. (مسند احمد، مرویات عبداللہ بن عمرو بن عاص)

’’عبدالرحمانؓ بن جبیر کہتے ہیں کہ مَیں نے عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص کو یہ کہتے سنا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے نکل کر ہمارے درمیان تشریف لائے اس انداز سے کہ گویا آپؐ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا ’’میں محمد ہوں‘ پھر فرمایا: ’’میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘۔

۸. قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبوۃ بعدی الا المبشرات. قیل وما المبشرات یا رسول اللہ؟ قال الرؤیا الحسنۃ. او قال الرؤیا الصالحۃ (مسند احمد، مرویات ابوالطفیل. نسائی، ابو داؤد)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے، صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں۔ عرض کیا گیا وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا اچھا خواب‘ یا فرمایا صالح خواب۔ (یعنی وحی کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ملے گا بھی تو بس اچھے خواب کے ذریعے سے مل جائے گا)‘‘۔

۹. قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب. (ترمذی، کتاب المناقب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

۱۰ . **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ' الا انہ لا نبی بعدی.** (بخاری و مسلم' کتاب فضائل الصحابہ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا' میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰ کے ساتھ ہارون کی تھی' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

بخاری و مسلم نے یہ حدیث غزوۂ تبوک کے ذکر میں بھی نقل کی ہے۔ مسند احمد میں اس مضمون کی دو حدیثیں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت کی گئی ہیں جن میں سے ایک کا آخری فقرہ یوں ہے:

الا انہ لا نبوۃ بعدی۔ ''مگر میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے''۔

ابوداؤدؒ طیالسی' امام احمدؒ اور محمدؒ بن اسحاق نے اس سلسلے میں جو تفصیلی روایات نقل کی ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جاتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مدینہ طیبہ کی حفاظت و نگرانی کے لیے اپنے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ منافقین نے اس پر طرح طرح کی باتیں ان کے بارے میں کہنی شروع کر دیں۔ انھوں نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ اس موقع پر حضورؐ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ''کہ تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ رکھتے تھے''۔ یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارون کو بنی اسرائیل کی نگرانی کے لیے پیچھے چھوڑا تھا' اسی طرح میں تم کو مدینے کی حفاظت کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضورؐ کو اندیشہ ہوا کہ حضرت ہارونؑ کے ساتھ یہ تشبیہ کہیں بعد میں کسی فتنے کا موجب نہ بن جائے' اس لیے فوراً آپؐ نے یہ تصریح فرما دی کہ میرے بعد کوئی شخص نبی ہونے والا نہیں ہے۔

۱۱. **عن ثوبانؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانہ سیکون فی امتی کذّابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیینؐ لا نبی بعدی.**

(ابو داؤد' کتاب الفتن)

''ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور یہ کہ میری

امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا‘ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں‘ میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابوداؤد نے کتاب الملاحم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ ترمذیؒ نے بھی حضرت ثوبانؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے یہ دونوں روایتیں نقل کی ہیں اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حتی یبعث رجالون کذّابون قریب من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله.

’’یہاں تک کہ اٹھیں گے تیس کے قریب جھوٹے فریبی جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے‘‘۔

۱۲. **قال النبی صلی الله علیه وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احدٌ فعمر.** (بخاری‘ کتاب المناقب)

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں‘ ان میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا۔ بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمر ہوگا‘‘۔

مسلم میں اس مضمون کی جو حدیث ہے اس میں یکلمون کے بجائے محدثون کا لفظ ہے۔ لیکن مکلم اور محدث‘ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں‘ یعنی ایسا شخص جو مکالمۂ الٰہی سے سرفراز ہو‘ جس کے ساتھ پردۂ غیب سے بات کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر مخاطبۂ الٰہی سے سرفراز ہونے والے بھی اس امت میں اگر کوئی ہوتے تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔

۱۳. **قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا نبی بعدی ولا امة بعد امتی.**

(بیهقی‘ کتاب الرؤیا. طبرانی)

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی امت) نہیں‘‘۔

۱۴. **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی آخر الانبیاء واِنَّ مسجدی آخر المساجد** (مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجد مکۃ والمدینۃ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) ہے[۱]''۔

یہ احادیث بکثرت صحابہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت سی قوی سندوں سے نقل کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے، مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو چکا ہے اور آپ کے بعد جو لوگ بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کریں، وہ دجال و کذاب ہیں۔ قرآن کے الفاظ ''خاتم النبیین'' کی اس سے زیادہ مستند و معتبر اور قطعی الثبوت وتشریح اور کیا ہو

---

[۱] منکرینِ ختمِ نبوت اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخر المساجد فرمایا حالانکہ وہ آخری مسجد نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی بے شمار مسجدیں دنیا میں بنی ہیں، اسی طرح جب آپ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں تو اس کے بھی معنی یہی ہیں کہ آپ کے بعد نبی آتے رہیں گے، البتہ فضیلت کے اعتبار سے آپ آخری نبی ہیں اور آپ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ لیکن درحقیقت اسی طرح کی تاویلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے کلام کو سمجھنے کی اہلیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ صحیح مسلم کے جس مقام پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے اس کے سلسلے کی تمام احادیث کو ایک نظر ہی آدمی دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کس معنی میں فرمایا ہے۔ اس مقام پر حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے حوالہ سے جو روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں، ان میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں صرف تین مساجد ایسی ہیں جن کو عام مساجد پر فضیلت حاصل ہے، جن میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے اور اسی بنا پر صرف انہی تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے، باقی کسی مسجد کا یہ حق نہیں ہے کہ آدمی دوسری مسجدوں کو چھوڑ کر خاص طور پر ان میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرے ان میں سے پہلی مسجد، مسجد الحرام ہے، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ دوسری مسجد، مسجدِ اقصیٰ ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا اور تیسری مسجد، مدینہ طیبہ کی مسجدِ نبوی ہے، جس کی بنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ حضور کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اس لیے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو۔

سکتی ہے۔ رسولِ پاک کا ارشاد تو بجائے خود سند و حجت ہے۔ مگر جب وہ قرآن کی ایک نص کی شرح کر رہا ہو تب تو وہ اور بھی زیادہ قوی حجت بن جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حق دار کون ہو سکتا ہے کہ وہ ختمِ نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی قابلِ التفاف بھی سمجھیں[1]؟

صحابۂ کرامؓ کا اِجماع

قرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابۂ کرام کے اِجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی، ان سب کے خلاف صحابۂ کرام نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔

اِس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مسلیمہ کذاب کا معاملہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر نہ تھا بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضور کے ساتھ شریکِ نبوت بنایا گیا ہے۔ اس نے حضورؐ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

من مسیلمة رسول اللہ الیٰ محمدٍ رسول اللہ سلام علیک فانی

[1] منکرینِ ختمِ نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے مقابلہ میں اگر کوئی چیز پیش کرتے ہیں تو وہ یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ۔ یہ تو کہو کہ حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں‘‘۔ لیکن اول تو حضورؐ کے صاف صاف ارشادات کے مقابلہ میں حضرت عائشہؓ کے کسی قول کو پیش کرنا ہی سخت گستاخی و بے ادبی ہے۔ اس پر مزید یہ کہ حضرت عائشہؓ کی طرف جس روایت میں یہ قول منسوب کیا گیا ہے وہ بجائے خود غیر مستند ہے۔ اسے حدیث کی کسی معتبر کتاب میں کسی قابلِ ذکر محدث نے نقل نہیں کیا ہے۔ تفسیر کی ایک کتاب دُرِ منثور اور لغتِ حدیث کی ایک کتاب تکملۂ مجمع البحار سے اس کو نقل کیا جاتا ہے مگر اس کی سند کا کچھ پتا نہیں ملتا۔ ایسی ایک ضعیف ترین روایت اور وہ بھی ایک صحابیہ کے قول کو لا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن ارشادات کے مقابلہ میں پیش کیا جاتا ہے جنہیں تمام اکابر محدثین نے صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اُشرکت فی الامر معک۔ (طَبری، جلد دوم، ص ۳۹۹، طبع مصر)

''مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں''۔

علاوہ بریں مورخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں اشھد ان محمدا رسول اللہ کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔

اس صریح اقرارِ رسالت محمدی کے باوجود اسے کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس سے جنگ کی گئی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنوحنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (In good faith) اُس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود شریکِ رسالت کیا ہے۔ نیز قرآن کی آیات کو ان کے سامنے مسیلمہ پر نازل شدہ آیات کی حیثیت سے ایک ایسے شخص نے پیش کیا تھا جو مدینہ طیبہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے گیا تھا (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۵، ص: ۵۱)۔ مگر اس کے باوجود صحابہؓ کرام نے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی۔ پھر یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں کہ صحابہ نے ان کے خلاف اِرتداد کی بنا پر نہیں بلکہ مسلمان تو درکنار، ذمی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن مسیلمہ اور اس کے پیرووں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے گا اور جب وہ لوگ اسیر ہوئے تو فی الواقع ان کو غلام بنایا گیا، چنانچہ انہی میں سے ایک لونڈی حضرت علیؓ کے حصے میں آئی، جس کے بطن سے تاریخِ اسلام کی مشہور شخصیت محمد بن حنفیہ[1] نے جنم لیا (البدایہ والنہایہ، جلد ۶، ص ۳۱۶ و ۳۲۵)۔

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی تھی کہ صحابہ نے جس جرم کی بنا پر ان سے جنگ کی تھی، وہ بغاوت کا جرم نہ تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔ یہ کارروائی حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی ہے، ابوبکرؓ صدیق کی قیادت میں ہوئی ہے اور صحابہ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی ہے۔ اجماعِ صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔

[1] حنفیہ سے مراد ہے قبیلۂ بنوحنیفہ کی عورت۔

تمام علمائے اُمّت کا اِجماع

اجماعِ صحابہ کے بعد چوتھے نمبر پر مسائلِ دین میں جس چیز کو حجت کی حیثیت حاصل ہے' وہ دورِ صحابہ کے بعد کے علمائے اُمت کا اِجماع ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا اور یہ کہ جو بھی آپؐ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے یا اس کو مانے' وہ کافر خارج از ملتِ اسلام ہے۔ اس سلسلے کے بھی چند شواہد ملاحظہ ہوں:

(۱) امام ابو حنیفہؒ (۸۰ھ۔ ۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا ''مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں''۔ اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ''جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ: **لا نبی بعدی**۔ (مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ۔ لابن احمد المکی۔ ج ۱ ص ۱۶۱۔ مطبوعہ حیدر آباد ۱۳۲۱ھ)

(۲) علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴ھ۔ ۳۱۰ھ) اپنی مشہور تفسیرِ قرآن میں آیت **ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین** کا مطلب بیان کرتے ہیں: **الذی ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہٗ الیٰ قیام الساعۃ**۔ ''جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی' اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لیے نہیں کھلے گا''۔ (تفسیر ابن جریرؒ جلد ۲۲' صفحہ ۱۲)

(۳) امام طَحَاوِی (۲۳۹ھ۔ ۳۲۱ھ) اپنی کتاب ''عقیدۂ سلفیہ'' میں سلف صالحین اور خصوصاً امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے نبوت کے بارے میں یہ عقیدہ تحریر فرماتے ہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے' چیدہ نبی اور پسندیدہ رسول ہیں اور وہ خاتم الانبیاء' امام الاتقیا' سید المرسلین اور حبیب رب العالمین ہیں اور ان کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ گمراہی اور خواہشِ نفس کی بندگی ہے''۔ (شرح الطحاویہ فی العقیدۃ السّلفیۃ دار المعارف مصر' صفحات ۱۵' ۸۷' ۹۶' ۹۷' ۱۰۰' ۱۰۲)

(۴) علامہ ابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

"یقیناً وحی کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی مگر ایک نبی کی طرف اور اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ محمدؐ نہیں ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں"۔ (المحلیٰ، ج ۱، ص ۲۶)

(۵) امام غزالی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) فرماتے ہیں[1]:

لو فتح هذا الباب رای باب انکار کون الاجماع حجة انجر الی امور شنیعة وهو ان قائلا لو قال یجوز ان یبعث رسول بعد نبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم فیبعد التوقف فی تکفیره، و مستبد استحالة ذالک عند البحث تستمد من الاجماع لامحالة، فان العقل لا یحیله، وما نقل فیه من قوله لا نبی بعدی، ومن قوله تعالیٰ خاتم النبیین، فلا یعجز هٰذاالقائل عن تاویلهٗ فیقول خاتم النبیین اراد به اولوالعزم من الرسل، فان قالوا النبیین عام، فلا یبعد تخصیص العام، وقوله لا نبی بعدی لم یرد به الرسول والنبی و فرق بین النبی والرسول والنبی اعلیٰ مرتبة من الرسول الی غیر ذالک من انواع الهذیان، فهٰذا و امثاله لا یمکن ان ندعی استحالتهٗ من حیث مجرد اللفظ، فانافی تاویل ظواهر التشبیه قضینا باحتمالات ابعدهٗ من هٰذه، ولم یکن ذالک مبطلاً للنصوص، ولکن الرد علی هذا القائل ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابداً وعدم رسول اللہ ابدا وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص فمنکر هذا لا یکون الامنکم الاجماع.

(الاقتصاد فی الاعتقاد. المطبعة الادبیه، مصر، ص ۱۱۴)

"اگر یہ دروازہ (یعنی اجماع کو حجت ماننے سے انکار کا دروازہ) کھول دیا جائے تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے مثلاً اگر کہنے والا کہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] امام غزالیؒ کی اس رائے کو ہم ان کی اصل عربی عبارت کے ساتھ اس لیے نقل کر رہے ہیں کہ منکرینِ ختمِ نبوت نے اس حوالے کی صحت کو بڑے زور شور سے چیلنج کیا ہے۔

بعد کسی رسول کی بعثت ممکن ہے تو اس کی تکفیر میں تامل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بحث کے موقع پر جو شخص اس کی تکفیر میں تامل کو ناجائز ثابت کرنا چاہتا ہو اسے لامحالہ اجماع سے مدد لینی پڑے گی۔ کیونکہ عقل اس کے عدمِ جواز کا فیصلہ نہیں کرتی اور جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل لا نبی بعدی اور خاتم النبیین کی تاویل کرنے سے عاجز نہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ خاتم النبیین سے مراد اولوالعزم رسولوں کا خاتم ہونا ہے اور اگر کہا جائے کہ نبیین کا لفظ عام ہے تو عام کو خاص قرار دے دینا اس کے لیے کچھ مشکل نہ ہوگا اور لا نبی بعدی کے متعلق وہ کہہ دے گا کہ لا رسول بعدی تو نہیں کہا گیا ہے' رسول اللہ نبی میں فرق ہے اور نبی کا مرتبہ رسول سے بلند تر ہے۔ غرض اس طرح کی بکواس بہت کچھ کی جا سکتی ہے اور محض لفظ کے اعتبار سے ایسی تاویلات کو ہم محال نہیں سمجھتے' بلکہ ظواہر تشبیہ کی تاویل میں ہم اس سے بھی زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں اور اس طرح کی تاویلیں کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے۔ لیکن اس قول کے قائل کی تردید میں ہم یہ کہیں گے کہ امت نے بالاتفاق اس لفظ (یعنی لا نبی بعدی) سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرائنِ احوال سے یہ سمجھا ہے کہ حضور کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ نیز امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو منکرِ اجماع کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

(۶) محی السُنہ بغوی (متوفی ۵۱۰ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھتے ہیں:

''اللہ نے آپؐ کے ذریعے سے نبوت کو ختم کیا' پس آپ انبیاء کے خاتم ہیں۔۔۔ اور ابنِ عباس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا''۔ (جلد ۳' ص ۱۵۸)

(۷) علامہ زمخشری (۴۶۷ھ-۵۳۸ھ) تفسیر کشّاف میں لکھتے ہیں:

''اگر تم کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہوئے جب کہ حضرت عیسیٰؑ آخر زمانے میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا کہ آپ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدیہ کے پیرو اور آپ کے قبلے کی

طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہیں“۔ (جلد۲۔ص ۲۱۵)

(۸) قاضی عیاض (۵۴۴ء) لکھتے ہیں:

”جو شخص خود اپنے حق میں نبوت کا دعویٰ کرے یا اس بات کو جائز رکھے کہ آدمی نبوت کا اکتساب کرسکتا ہے اور صفائی قلب کے ذریعہ سے مرتبۂ نبوت کو پہنچ سکتا ہے، جیسا کہ بعض فلسفی اور غالی صوفی کہتے ہیں اور اسی طرح جو شخص نبوت کا دعویٰ تو نہ کرے مگر یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے۔۔۔ ایسے سب لوگ کافر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پہنچائی ہے کہ آپ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں اور تمام انسانوں کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے، اس کے معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان تمام گروہوں کے کافر ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں، بربنائے اجماع بھی اور بربنائے نقل بھی“۔

(شفاء، جلد۲، ص ۲۷۰۔۲۷۱)

(۹) علّامہ شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی مشہور کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

”اور اسی طرح جو کہے۔۔۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے (بجز عیسیٰ علیہ السلام کے) تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے“۔ (جلد۳، ص ۲۴۹)

(۱۰) امام رازی (۵۴۳ھ۔۶۰۶ھ) اپنی تفسیر کبیر میں آیت خاتم النبیین کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس سلسلۂ بیان میں وخاتم النبیین اس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور توضیح احکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اسے پورا کرسکتا ہے۔ مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اس کو زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے کیونکہ اس کی مثال اس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بیٹے کا

کوئی ولی وسرپرست اس کے بعد نہیں ہے‘‘۔(جلد ۶،ص ۵۸۱)

(۱۱) علامہ بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں:

’’یعنی آپ انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں جس نے ان کا سلسلہ ختم کردیا یا جس سے انبیاء کے سلسلے پر مہر کردی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے بعد نازل ہونا اِس ختم نبوت میں قادِح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ہی کے دین پر ہوں گے‘‘۔(جلد ۴۔ص ۱۶۴)

(۱۲) علامہ حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) اپنی تفسیر ’’مدارک التنزیل‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’اور آپ خاتم النبیین ہیں۔۔۔یعنی نبیوں میں سے سے آخری۔آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔رہے عیسیٰؑ تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی امت کے افراد میں سے ہیں‘‘۔(ص:۴۷۱)

(۱۳) علامہ علاؤالدین بغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) اپنی تفسیر ’’خازن‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’وخاتم النبیین ‘یعنی اللہ نے آپؐ پر نبوت ختم کردی‘ اب نہ آپ کے بعد کوئی نبوت ہے نہ آپ کے ساتھ کوئی اس میں شریک۔۔۔وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً‘ یعنی یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں‘‘۔(ص ۴۷۱۔۴۷۲)

(۱۴) علامہ ابنِ کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) اپنی مشہور ومعروف تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’پس یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور جب آپ کے بعد نبی کوئی نہیں تو رسول بدرجۂ اولیٰ نہیں ہے‘ کیونکہ رسالت کا منصبِ خاص ہے اور نبوت کا منصب عام‘ ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔حضورؐ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا‘ مفتری‘ دجال‘ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے خواہ وہ کیسے ہی خرقِ عادت اور شعبدے اور جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کر لے آئے۔۔۔یہی حیثیت ہر اُس شخص کی ہے جو قیامت تک اس منصب کا مدعی ہو‘‘۔(جلد ۳۔ص ۴۹۳۔۴۹۴)

(۱۵) علامہ جلال الدین سُیُوطی (متوفی ۹۱۱ھ) تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں:

’’وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیمًا‘ یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو آپ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے‘‘۔(ص ۷۶۸)

(۱۶) علامہ ابن نُجَیم (متوفی ۹۷۰ھ) اصولِ فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر' کتاب السیر' باب الرّدّہ میں لکھتے ہیں:

''اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے' کیونکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن کا جاننا اور ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے''۔(ص ۱۷۹)

(۱۷) ملاّ علی قاری (متوفی ۱۰۱۶ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔(ص ۲۰۲)

(۱۸) شیخ اسمٰعیل حقّی (متوفی ۱۱۳۷ھ) تفسیر روح البیان میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عاصم نے لفظ خاتَم ت کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں آلہ ختم کے جس سے مہر کی جاتی ہے۔ جیسے طابع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے ٹھپا لگایا جائے۔ مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سب سے آخر تھے جن کے ذریعہ سے نبیوں کے سلسلے پر مہر لگا دی گئی۔ فارسی میں اُسے ''مہر پیغمبراں'' کہیں گے' یعنی آپ سے نبوت کا دروازہ سربمہر کر دیا گیا اور پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ باقی قاریوں نے اسے ت کے زیر کے ساتھ خاتم پڑھا ہے' یعنی آپ مہر کرنے والے تھے۔ فارسی میں اس کو ''مہر کنندۂ پیغمبراں'' کہیں گے۔ اس طرح یہ لفظ بھی خاتم کا ہم معنی ہی ہے۔۔۔ اب آپ کی امت کے علماء آپ سے صرف ولایت ہی کی میراث پائیں گے' نبوت کی میراث آپ کی خَتمیت کے باعث ختم ہو چکی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپؐ کے بعد نازل ہونا آپ کے خاتم النبیین ہونے میں قادِح نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا۔۔۔ اور عیسیٰؑ آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ آپؐ ہی کے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے۔ آپؐ کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ اُن کی طرف وحی آئے گی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔۔۔ اور اہلِ سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

فرمادیاولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایالا نبی بعدی ۔اب جوکوئی کہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے تواس کوکافر قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا اوراسی طرح اس شخص کی بھی تکفیر کی جائے گی جواس میں شک کرے کیونکہ حجت نے حق کو باطل سے ممیّز کر دیا ہے اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا دعویٰ باطل کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا''۔(جلد۲۲‘ص۱۸۸)

(۱۹) فتاویٰ عالمگیری‘ جسے بارھویں صدی ہجری میں اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے ہندوستان کے بہت سے اکابر علماء نے مرتب کیا تھا‘ اس میں لکھا ہے:

''اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں ہے اور اگر وہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی''۔(جلد۲‘ص۲۶۳)

(۲۰) علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

''جمہور نے لفظ خاتم کو ت کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور عاصم نے زبر کے ساتھ۔پہلی قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے انبیاء کو ختم کیا‘ یعنی سب کے آخر میں آئے اور دوسری آیات کی معنی یہ ہیں کہ آپ ان کے لیے مہر کی طرح ہو گئے جس کے ذریعے ان کا سلسلہ سربمہر ہو گیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزین ہوا''۔(جلد۴۔ص۲۷۵)

(۲۱) علامہ آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

''نبی کا لفظ رسول کی بہ نسبت عام ہے۔لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے خود بخود لازم آتا ہے کہ آپ خاتم المرسلین بھی ہوں اور آپؐ کے خاتم انبیاء ورُسل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں وصفِ نبوت سے آپ کے متصف ہونے کے بعد اب جن وانس میں سے ہر ایک کے لیے نبوت کا وصف منقطع ہو گیا'' (جلد۲۲۔ص۳۲)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص وحی نبوت کا مدعی ہو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے''۔(جلد۲۲۔ص۳۸)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایک ایسی بات ہے جسے کتاب اللہ نے صاف صاف بیان کیا‘ سنت نے واضح طور پر اس کی تصریح کی اور امت نے اس پر اجماع کیا۔

لہٰذا جو اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرے اسے کافر قرار دیا جائے‘‘۔ (جلد ۲۲۔ص ۳۹)

یہ ہندوستان سے لے کر مراکش اور اندلس تک اور ٹرکی سے لے کر یمن تک ہر مسلمان ملک کے اکابر علماء و فقہاء اور محدثین و مفسرین کی تصریحات ہیں۔ ہم نے ان کے ناموں کے ساتھ ان کے سنینِ ولادت و وفات بھی دے دیے ہیں، جن سے ہر شخص بیک نظر معلوم کر سکتا ہے کہ پہلی صدی سے تیرھویں صدی تک تاریخِ اسلام کی ہر صدی کے اکابر ان میں شامل ہیں۔ اگر چہ ہم چودھویں صدی کے علمائے اسلام کی تصریحات بھی نقل کر سکتے تھے، مگر ہم نے قصداً انہیں اس لیے چھوڑ دیا کہ اُن کی تفسیر کے جواب میں ایک شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اِس دور کے مدعی نبوت کی ضد میں ختم نبوت کے یہ معنی بیان کیے ہیں۔ اس لیے ہم نے پہلے کے علماء کی تحریریں نقل کی ہیں جو ظاہر ہے کہ آج کے کسی شخص سے کوئی ضد نہ رکھ سکتے تھے۔ اِن تحریروں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ پہلی صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام متفقہ طور پر ’’خاتم النبیین‘‘ کے معنی ’’آخری نبی‘‘ ہی سمجھتی رہی ہے، حضورؐ کے بعد نبوت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند تسلیم کرنا ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس دعوے کو مانے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اب یہ دیکھنا ہر صاحبِ عقل آدمی کا اپنا کام ہے کہ لفظ خاتم النبیین کا جو مفہوم لغت سے ثابت ہے، جو قرآن کی عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے، جس کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دی ہے، جس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور جسے صحابۂ کرامؓ کے زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف مانتے رہے ہیں، اس کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم لینے اور کسی نئے مدعی کے لیے نبوت کا دروازہ کھولنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے اور ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان تسلیم کیا جا سکتا ہے جنھوں نے بابِ نبوت کے مفتوح ہونے کا محض خیال ہی ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ اس دروازے سے ایک صاحب حریمِ نبوت میں داخل بھی ہو گئے ہیں اور یہ لوگ ان کی نبوت پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔

اس سلسلے میں تین باتیں اور قابلِ غور ہیں:

کیا اللہ کو ہمارے ایمان سے کوئی دشمنی ہے؟

پہلی بات یہ ہے کہ نبوت کا معاملہ ایک بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ قرآنِ مجید کی رو سے یہ اسلام کے اُن بنیادی عقائد میں سے ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا انحصار ہے۔ ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو کافر اور وہ نبی نہ ہو اور آدمی اس کو مان لے تو کافر۔ ایسے ایک نازک معاملے میں تو اللہ تعالیٰ سے کسی بے احتیاطی کی بدرجۂ اولیٰ توقع نہیں کی جا سکتی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں اس کی صاف صاف تصریح فرماتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اس کا کُھلا کُھلا اعلان کراتا اور حضورؐ دنیا سے کبھی تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی اُمت کو اچھی طرح خبردار نہ کر دیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں ان کو ماننا ہو گا۔ آخر اللہ اور اس کے رسول کو ہمارے دین و ایمان سے کیا دشمنی تھی کہ حضورؐ کے بعد نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوتا اور کوئی نبی آنے والا بھی ہوتا جس پر ایمان لائے بغیر ہم مسلمان نہ ہو سکتے، مگر ہم کو نہ صرف یہ کہ اس سے بے خبر رکھا جاتا بلکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کا رسول، دونوں ایسی باتیں فرما دیتے جن سے تیرہ سو برس تک ساری اُمت یہی سمجھتی رہی اور آج بھی سمجھ رہی ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

اب اگر بفرضِ محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے، خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی نے ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اس ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔ لیکن اگر نبوت کا دروازہ فی الواقع بند ہے اور کوئی نبی آنے والا نہیں ہے اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی مدعی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے تو

اسے سوچ لینا چاہیے کہ اس کفر کی پاداش سے بچنے کے لیے وہ کون سا ریکارڈ خدا کی عدالت میں پیش کر سکتا ہے، جس سے وہ رہائی کی توقع رکھتا ہو۔ عدالت میں پیشی ہونے سے پہلے اسے اپنی صفائی کے مواد کا یہیں جائزہ لے لینا چاہیے اور ہمارے پیش کردہ مواد سے مقابلہ کر کے خود ہی دیکھ لینا چاہیے کہ جس صفائی کے بھروسے پر وہ یہ کام کر رہا ہے کیا ایک عقلمند آدمی اس پر اعتماد کر کے کفر کی سزا کا خطرہ مول لے سکتا ہے؟

اب نبی کی آخر ضرورت کیا ہے؟

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عملِ صالح میں ترقی کر کے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلہ میں عطا کیا جاتا ہو۔ بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لیے مامور کیا جاتا ہے اور جب ضرورت نہیں ہوتی یا باقی نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔

قرآن مجید سے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کے تقرر کی ضرورت کن کن حالات میں پیش آتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں۔

اول یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لیے ہو کہ اس میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا تھا اور کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکا تھا۔

دوم یہ کہ نبی بھیجنے کی ضرورت اس وجہ سے ہو کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تحریف ہو گئی ہو اور اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ سے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو اور تکمیلِ دین کے لیے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ضرورت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔

قرآن خود کہہ رہا ہے کہ حضورؐ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے اور دنیا کی تمدنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپ کی بعثت کے وقت سے مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیا آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور اس کے ساتھ حدیث و سیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے جو کتاب آپ لائے تھے، اس میں ایک لفظ کی بھی کمی و بیشی آج تک نہیں ہوئی نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جو ہدایت آپ نے اپنے قول و عمل سے دی، اس کے تمام آثار آج بھی اس طرح ہمیں مل جاتے ہیں گویا ہم آپ کے زمانے میں موجود ہیں۔ اس لیے دوسری ضرورت بھی ختم ہو گئی۔

پھر قرآن مجید یہ بات بھی صاف صاف کہتا ہے کہ حضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی۔ لہٰذا تکمیلِ دین کے لیے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت تو اگر اس کے لیے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہو گئی۔

اب ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے جس کے لیے آپ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے، اس لیے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے، تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لیے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اِس کام کے لیے وہ آئے؟ نبی تو اس لیے مقرر ہوتا ہے کہ اُس پر وحی کی جائے اور وحی کی ضرورت یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لیے ہوتی ہے، یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لیے، یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لیے۔ قرآن اور سنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ ہو جانے اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں ختم ہو چکی ہیں، تو اب اِصلاح

کے لیے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے نہ کہ انبیاء کی۔

نئی نبوت اب امت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے!

تیسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا فوراً اس میں کفر وایمان کا سوال اٹھ کھڑا ہوگا۔ جو اس کو مانیں گے، وہ ایک امت قرار پائیں گے اور جو اس کو نہ مانیں گے وہ لامحالہ دوسری امت ہوں گے۔ اِن دونوں امتوں کا اختلاف محض فروعی اختلاف نہ ہوگا بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے اور نہ لانے کا ایسا بنیادی اختلاف ہوگا جو انہیں اس وقت تک جمع نہ ہونے دے گا جب تک ان میں سے کوئی ایک اپنا عقیدہ نہ چھوڑ دے۔ پھر ان کے لیے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے ماخذ الگ الگ ہوں گے، کیونکہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذِ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بنا پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اس پر بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ختمِ نبوت امّتِ مسلمہ کے لیے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اس امت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہوسکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی و رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذِ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو، وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہوسکتا ہے۔ یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہ ہوسکتی تھی، اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا۔ کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لیے ایک نبی بھیج دیا جائے اور جب اس نبی کے ذریعے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے تاکہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لیے اہلِ ایمان کی ایک ہی امت بن سکے اور بلاضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس امت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ

''ظلّی'' ہو یا ''بروزی''، ''اُمتی'' ہو یا صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب، بہرحال جو شخص نبی ہو گا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہو گا، اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ اس کے ماننے والے ایک امت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو۔ مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دے۔ لہٰذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت ہے، عقل بھی اسی کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیے۔

''مسیحِ موعود'' کی حقیقت

نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں ''مسیحِ موعود'' کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے، اس لیے ان کے آنے سے ختمِ نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی بلکہ ختمِ نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیحِ موعود کا آنا بھی برحق۔

اس سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''مسیحِ موعود'' سے مراد حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریم نہیں ہیں۔ ان کا تو انتقال ہو چکا۔ اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے، وہ مثیلِ مسیح، یعنی حضرت عیسیٰؑ کے مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو آ چکا ہے۔ اس کا ماننا عقیدۂ ختمِ نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہم یہاں پورے حوالوں کے ساتھ وہ مستند روایات نقل کیے دیتے ہیں جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بنایا جا رہا ہے۔

احادیث درباب نزولِ عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام!

۱ . عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده لَيُوشِكَنَّ ان ينزلَ فيكم ابن مريم حَكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزيرَ وَيَضَعَ الحربَ ويَفيضُ المالَ حتى لا يقبلَه احدٌ حتى تكون السجدة الواحدة خيرًا من الدنيا و مافيها. (بخارى كتاب احاديث الانبياء، باب نزولِ عيسىٰ ابنِ مريم. مسلم، باب بيان نزول عيسىٰ. ترمذى ابواب الفتن، باب فى نزول عيسىٰ، مسند احمد، مرويات ابى هريرةؓ)

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابنِ مریم حاکم عادل بن کر، پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے[۱] اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے (دوسری روایت میں حرب کے بجائے جزیہ کا لفظ ہے، یعنی جزیہ ختم کر دیں گے[۲]) اور مال کی وہ کثرت ہوگی کہ اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ رہے اور (حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور) ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر ہوگا‘‘۔

---

[۱] صلیب کو توڑ ڈالنے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دینِ عیسوی کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰؑ) کو صلیب پر ’’لعنت‘‘ کی موت دی جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا اور انبیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کر دی حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر خود اعلان کر دیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں، نہ میں نے صلیب پر جان دی، نہ میں کسی کے گناہ کا کفارہ بنا تو عیسائی عقیدے کے لیے سرے سے کوئی بنیاد ہی باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لیے سور حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا، تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

[۲] دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت ملّتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملّتِ اسلام میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ اسی بات پر آگے احادیث نمبر ۵، ۱۵ دلالت کر رہی ہیں۔

۲. ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ان الفاظ میں ہے کہ **لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسی ابن مریم ۔۔۔** قیامت قائم نہ ہوگی جب تک نازل نہ ہولیں عیسیٰؑ ابنِ مریم۔۔۔'' اور اس کے بعد وہی مضمون ہے جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوا ہے۔ (بخاری، کتاب المظالم، باب کسر الصلیب۔ ابنِ ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجّال)

۳. **عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال کيف انتم اذا نزل ابن مريم فيکم و امامکم منکم.** (بخاری، کتاب احاديث الانبياء، باب نزولِ عیسیٰؑ، بيان نزولِ عیسیٰؑ. مسند احمد، مرويات ابی هريرةؓ)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے ہو گے تم جب کہ تمہارے درمیان ابنِ مریمؑ اتریں گے اور تمہارا امام اس وقت خود تم میں سے ہوگا[۱]''۔

۴. **عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ينزل عيسیٰ ابنِ مريم فيقتل الخنزير ويمحوا الصليب وتجمع له الصلوٰة ويعطی المال حتی لا يقبل ويضع الخراج وينزل الروحاء فيحج منها اويعتمر، اويجمعهمٰا).** (مسند احمد، بسلسلۂ مرويات ابی هريرةؓ. مسلم، کتاب الحج. باب جواز التمتع فی الحج و القران)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام نازل ہوں گے پھر وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لیے نماز جمع کی جائے گی اور وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور وہ خراج ساقط کر دیں گے اور روحاء[۲] کے مقام پر منزل کر کے وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے یا دونوں کو جمع کریں گے۔ (راوی کو شک ہے کہ حضورؐ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی تھی)''۔

---

۱ یعنی نماز میں حضرت عیسیٰؑ امامت نہیں کرائیں گے بلکہ مسلمانوں کا جو امام پہلے سے ہوگا، اسی کے پیچھے وہ نماز پڑھیں گے۔
۲ مدینہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ایک مقام۔

۵. عن ابی ھریرۃ (بعد ذکر خروج الدجال) فبینماھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰۃ فینزل عیسیٰ ابنِ مریم فامھم فاذا رأہُ عدو اللہ یذوب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لا نذاب حتی یھلک ولکن یقتلہٗ اللہ بیدہ فیریھم دمہ فی حربۃ.

(مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب الملاحم، بحوالۂ مسلم)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے (دجال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا) اس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے، صفیں باندھ رہے ہوں گے اور نماز کے لیے تکبیر اِقامت کہی جا چکی ہوگی کہ عیسیٰ ابنِ مریمؑ نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے اور اللہ کا دشمن (یعنی دجال) ان کو دیکھتے ہی اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اس کے حال ہی پر چھوڑ دیں تو وہ آپ ہی گھل کر مر جائے۔ مگر اللہ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے''۔

٦. عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس بینی وبینہٗ نبی (یعنی عیسیٰ) وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کان رأسہ یقطروان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر و یضع الجزیہ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الاالاسلام ویھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون.

(ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال. مسند احمد، مرویات ابو ہریرہؓ)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں،

پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا' وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں' رنگ مائل بسرخی و سپیدی ہے' دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے' صلیب کو پاش پاش کردیں گے' خنزیر کو قتل کردیں گے' جزیہ ختم کردیں گے اور اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملّتوں کو مٹا دے گا اور وہ مسیحِ دجال کو ہلاک کردیں گے اور زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے''۔

۷. **عن جابر بن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینزل عیسیٰ ابنِ مریم صلی اللہ علیہ وسلم فیقول امیرھم تعالیٰ فصلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ ھذہ الامة.** (مسلم' بیان نزولِ عیسیٰ ابنِ مریم' مسند احمد بسلسلہ مرویات جابر بن عبداللہ)

''حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ۔۔۔ پھر عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہنے لگے گا کہ آیئے' آپ نماز پڑھایئے' مگر وہ کہیں گے کہ نہیں' تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو[1] یہ وہ اس عزت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے جو اللہ نے اس امت کو دی ہے[2]''۔

۸. **عن جابر بن عبداللہ (فی قصة ابن صیاد) فقال عمر بن الخطاب ائذن لی فاقتلہٗ یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکن ھو فلست صاحبہ' انما صاحبہ عیسیٰ ابنِ مریم علیہ الصلوٰة والسلام' وان لا یکن فلیس لک ان تقتل رجلا من اھل العھد.**

[1] یعنی تمہارا امیر خود تمہی میں سے ہونا چاہیے۔

[2] واضح رہے کہ اس زمانے میں جن صاحب کو مثیلِ مسیح قرار دیا گیا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں نہ حج کیا نہ عمرہ۔

(مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب قصۃ ابن صیاد، بحوالہ شرح السنہ بغوی).

''جابر بن عبداللہ (قصۂ ابن صیاد کے سلسلہ میں) روایت کرتے ہیں کہ پھر عمر بن خطاب نے عرض کیا، یارسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے قتل کردوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی شخص (یعنی دجال) ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو بلکہ اسے تو عیسیٰ ابنِ مریمؑ ہی قتل کریں گے اور اگر یہ وہ شخص نہیں ہے تو تمہیں اہلِ عہد (یعنی ذمیوں) میں سے ایک آدمی کو قتل کردینے کا کوئی حق نہیں ہے''۔

۹. **عن جابر بن عبداللہ (فی قصۃ الدجال) فاذا ھم بعیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فتقام الصلوٰۃ فیقال لہ تقدم یا روح اللہ فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم فاذا صلی صلوٰۃ الصبح خرجوا الیہ. قال فحین یری الکذاب ینماث کماینماث الملح فی الماء فیمشی الیہ فیقتلہٗ ان الشجرو الحجرینادی یا روح اللہ ھٰذا الیھودیُّ، فلا یترک ممن کان یتبعہ احد الاقتلہٗ.** (مسند احمد، بسلسلۂ روایات جابر بن عبداللہ)

''جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ (دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس وقت یکا یک عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آجائیں گے۔ پھر نماز کھڑی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تمہارے امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے، وہی نماز پڑھائے۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مسلمان دجال کے مقابلے پر نکلیں گے۔ فرمایا، جب وہ کذاب حضرت عیسیٰؑ کو دیکھے گا تو گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے قتل کردیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے روح اللہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ دجال کے پیروؤں میں سے کوئی نہ بچے گا جو قتل نہ کردیا جائے''۔

۱۰. **عن النواس بن سمعان (فی قصۃ الدجال) فبینما ھو کذالک اذ**

بعث الله المسیح ابن مریم فینزل عندالمنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهروذتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین اذا طأ طأرأسه قَطَرَ واذا رفعه تحدر منه جمان کا للّوء لوء فلا یحل لکافر یجدریح نفسه الامات ونفسه ینتهی الی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدرکه بباب لُدّ فیقتلهٗ. (مسلم، ذکر الدجال، ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال. ترمذی، ابواب الفتن، باب فی فتنة الدجال. ابن ماجه، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال)

''حضرت نواس بن سمعان کلابی (قصہٴ دجال بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں: اس اثنا میں کہ دجال یہ کچھ کرر ہا ہوگا، اللہ تعالیٰ مسیح ابنِ مریمؑ کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حدِ نظر تک جائے گی، وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابنِ مریمؑ دجال کا پیچھا کریں گے اور لُدّ[1] کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کریں گے''۔

۱۱. **عن عبدالله بن عمرو. قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین (لا ادری اربعین یوماً او اربعین شهراً او اربعین عاماً) فیبعث الله عیسی ابنِ مریم کانهٗ عروة ابن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة.** (مسلم، ذکر الدجال)

''عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال

---

[1] واضح رہے کہ لدّ (Lvdda) فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہودیوں نے وہاں بہت بڑا ہوائی اڈا بنا رکھا ہے۔

میری امت میں نکلے گا اور چالیس (میں نہیں جانتا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال[1]) رہے گا۔ پھر اللہ عیسیٰ ابنِ مریمؑ کو بھیجے گا۔ ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (ایک صحابی) سے مشابہ ہوگا۔ وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی''۔

۱۲۔ **عن حذیفة بن اسید الغِفَاری قال اطلع النبی صلی الله علیه وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون قالوا نذکر الساعة قال انهالن تقوم حتی ترون قبلها عشر اٰیات فذکر الدخان والدجال والدابّة و طلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ ابنِ مریم و یاجوج و ماجوج و ثلٰثة خسوف، خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزیرة العرب واٰخر ذالک نارتخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم.** (مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعه. ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب امارات الساعه)

''حذیفہ بن اسید الغفاری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا کیا بات ہو رہی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا وہ ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پھر آپؐ نے وہ دس نشانیاں یہ بتائیں (۱) دھواں، (۲) دجال، (۳) دابۃ الارض، (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، (۵) عیسیٰ ابنِ مریمؑ کا نزول، (۶) یاجوج و ماجوج، (۷) تین بڑے خَسَف[2]، ایک مشرق میں، (۸) دوسرا مغرب میں، (۹) تیسرا جزیرۃ العرب میں، (۱۰) سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور

[1] یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا اپنا قول ہے۔

[2] زمین دھنس جانا (Landslide)

لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی''۔

۱۳. عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزھما اللہ تعالیٰ من النار عصابۃ تغزوا الھند' وعصابۃ تکون مع عیسی ابن مریم علیہ السلام. (نسائی' کتاب الجھاد' مسند احمد' بسلسلہ روایات ثوبان)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملے کرے گا۔ دوسرا وہ جو عیسیٰ ابنِ مریمؑ کے ساتھ ہوگا''۔

۱۴. عن مُجمِّع بن جاریہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتل ابنُ مریم الدجال بباب لُدّ. (مسند احمد. ترمذی' ابواب الفتن)

''مجمع بن جاریہ انصاری کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابن مریمؑ دجال کو لُدّ کے دروازے پر قتل کریں گے''۔

۱۵. عن ابی اُمامۃ الباھلی (فی حدیث طویل فی ذکر الدجال) فبینما امامھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسیٰ ابن مریم فرجع ذالک الامام ینکص یمشی قھقریٰ لیقدّم عیسی فیضع عیسیٰ بیدہٗ بین کتفیہ. ثم یقول لہ تقدم فصل فانھالک اقیمت فیصلی بھم امامھم فاذا انصرف قال عیسیٰ علیہ السلام افتحوا الباب فیفتح و ورأہ الدجال و معہ سبعون الف یھودی کلھم ذو سیف محلی و ساج فاذا نظر الیہ الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق ھارباً ویقول عیسیٰ ان لی فیک ضربۃ لن تسبقنی بھا فیدرکہ عند باب اللُّدّ الشرقی فیقتلہ فیھزم اللہ الیھود... و تملأ الارض من السِلْم کما یملا الاناء من الماء وتکون الکلمۃ واحدۃ فلا یعبد الا اللہ تعالیٰ. (ابن ماجہ' کتاب الفتن' باب فتنۃ الدجال)

''ابوامامہ باہلی (ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں کہ عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ چکا ہوگا عیسیٰ ابنِ مریمؑ ان پر اتریں گے۔ امام پیچھے پلٹے گا تا کہ عیسیٰؑ آگے بڑھیں، مگر عیسیٰؑ اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ یہ تمہارے لیے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو، چنانچہ وہ کھولا جائے گا۔ باہر دجال، ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جونہی کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰؑ کہیں گے میرے پاس تیرے لیے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جا سکے گا۔ پھر وہ اسے لُدّ کے مشرقی دروازے پر جا لیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہرا دے گا۔۔۔ اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے۔ سب دنیا کا کلمہ ایک ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی''۔

۱۶. **عن عثمان بن ابی العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول... وینزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام عند صلوٰۃ الفجر فیقول لہ امیرھم یا روح اللہ تقدم، صَلِّ، فیقول ھذاالامۃ لامراء بعضھم علی بعض فیقدم امیرھم فیصلی فاذا قضیٰ صلوٰتہٗ اخذ عیسیٰ حربتہ فیذھب نحو الدجال فاذا یراہ الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضغ حربتہ بین شندوبتہ فیقتلہٗ وینھزم اصحابہ لیس یومئذ شیء یواری منھم احداً حتیٰ ان الشجرۃ لتقول یا مومن ھذا کافرو یقول الحجر یا مومن ھذا کافر.** (مسند احمد. طبرانی. حاکم)

''عثمان بن ابی لاعاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔۔۔ اور عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اتریں گے۔ مسلمانوں کا امیر اُن سے کہے گا کہ اے روح اللہ آپ نماز پڑھائیے۔ وہ جواب

دیں گے کہ اس امت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں۔تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسیٰؑ اپنا حربہ لے کر دجال کی طرف چلیں گے۔ وہ جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے مگر کہیں اُنہیں چھپنے کو جگہ نہ ملے گی، حتیٰ کہ درخت پکاریں گے کہ اے مومن یہ کافر یہاں موجود ہے اور پتھر پکاریں گے کہ اے مومن یہ کافر یہاں موجود ہے‘‘۔

۱۷. **عن سَمُرة بن جُندب عن النبی صلی الله علیه وسلم (فی حدیث طویل) فیصبح فیهم عیسیٰ ابن مریم فیهزمه الله وجنوده حتی ان اجذم الحائط واصل الشجر لینا دی یا مؤمن هٰذا کافرٌ یستتر بی فتعال اقتله.** (مسند احمد. حاکم)

’’سمرہ بن جندب (ایک طویل حدیث میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: پھر صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ ابنِ مریمؑ آ جائیں گے اور اللہ دجال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا یہاں تک کہ دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی کہ اے مومن یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آ اور اسے قتل کر‘‘۔

۱۸. **عن عمران بن حصین ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین علی من نأواهم حتی یاتی امر الله تبارک و تعالیٰ وینزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام.** (مسند احمد)

’’عمران بن حُصَین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہو گا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ آ جائے اور عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں‘‘۔

۱۹. **عن عائشه (فی قصّة الدجال) فینزل عیسیٰ علیه السلام فیقتلهٗ ثم یمکث عیسیٰ علیه السلام فی الارض اربعین سنة اماما عادلاً و حکما مقسطا.** (مسند احمد)

''حضرت عائشہؓ (دجال کے قصے میں) روایت کرتی ہیں: پھر عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کردیں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے رہیں گے''۔

۲۰. **عن سفینة مولیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم (فی قصة الدجال) فینزل عیسیٰ علیه السلام فیقتله اللّٰہ تعالیٰ عند عقبة افیق.** (مسند احمد)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ (دجال کے قصے میں) روایت کرتے ہیں: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو افیق کی گھاٹی[1] کے قریب ہلاک کردے گا''۔

۲۱. **عن حذیفة (فی ذکر الدجال) فلما قاموا یصلون نزل عیسیٰ بنِ مریم امامهم فصلی فلما الصرف قال هکذا افرجوا بینی وبین عدو اللّٰہ... ویسَلِّطَ اللّٰہ علیهم المسلمین فیقتلونهم حتی ان الشجر والحجر لینادی یا عبداللّٰہ یا عبدالرحمن یا مسلم هٰذا یَهُوْدِیٌّ فاقتله فیفینهم اللّٰہ تعالیٰ ویظهر المسلمون فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر ویضعون الجزیة.** (مستدرک حاکم. مسلم میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ آئی ہے اور حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری جلد۶ ص ۴۵۰ میں اسے صحیح قرار دیا ہے)

''حضرت حذیفہ بن یمان (دجال کا ذکر کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں۔ پھر

---

[1] افیق، جسے آج کل فِیق کہتے ہیں، شام اور اسرائیل کی سرحد پر موجودہ ریاست شام کا آخری شہر ہے۔ اس کے آگے مغرب کی جانب چند میل کے فاصلہ پر طَبَرِّیَہ نامی جھیل ہے جس میں سے دریائے اُردُن نکلتا ہے اور اس کے جنوب مغرب کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک نشیبی راستہ ہے جو تقریباً ڈیڑھ دو ہزار فیٹ تک گہرائی میں اتر کر اس مقام پر پہنچتا ہے، جہاں سے دریائے اُردُن طَبَرِّیَہ میں سے نکلتا ہے۔ اسی پہاڑی علاقے کو عَقَبۂ افیق (اَفیق کی گھاٹی) کہتے ہیں۔

جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں گے تو ان کی آنکھوں کے سامنے عیسیٰ ابنِ مریمؑ اتر آئیں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے کہیں گے کہ میرے اور اس دشمنِ خدا کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔۔۔اور اللہ دجال کے ساتھیوں پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا اور مسلمان انہیں خوب ماریں گے، یہاں تک کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے عبداللہ! اے عبدالرحمان، اے مسلمان، یہ رہا ایک یہودی، مار اِسے۔اس طرح اللہ ان کو فنا کر دے گا اور مسلمان غالب ہوں گے اور صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ساقط کر دیں گے''۔

یہ جملہ ۲۱ روایات ہیں جو ۱۴ صحابیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ دوسری بہت سی احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔لیکن طولِ کلام سے بچنے کے لیے ہم نے ان سب کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ صرف وہ روایتیں لے لی ہیں جو سند کے لحاظ سے قوی تر ہیں۔

اِن احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جو شخص بھی اِن احادیث کو پڑھے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ ان میں کسی ''مسیحِ موعود'' یا ''مثیلِ مسیح'' یا ''بروزِ مسیح'' کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔نہ اِن میں اس امر کی کوئی گنجائش ہے کہ کوئی شخص اِس زمانے میں کسی ماں کے پیٹ اور کسی باپ کے نطفے سے پیدا ہو کر یہ دعویٰ کر دے کہ میں ہی وہ مسیح ہوں، جس کے آنے کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہ تمام حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں اُن عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں جو اب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ ہیں، موجود ہیں۔

بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھا لانے پر قادر ہے[1] وگرنہ یہ بات اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزار ہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔ بہرحال اگر کوئی شخص حدیث کو مانتا ہو تو اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی عیسیٰ ابنِ مریمؑ ہوں گے اور اگر کوئی شخص حدیث کو نہ مانتا ہو تو وہ سرے سے کسی آنے والے کا قائل ہی نہیں ہو سکتا' کیونکہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ احادیث کے سوا کسی اور چیز پر مبنی نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب مذاق ہے کہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ تو لے لیا جائے احادیث سے اور پھر انہی احادیث کی اس تصریح کو نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ آنے والے عیسیٰ ابنِ مریمؑ ہوں گے نہ کہ کوئی مثیلِ مسیح۔

دوسری بات جو اتنی ہی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کا یہ دوبارہ نزول نبی مقرر ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وحی نازل ہوگی' نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے' نہ وہ شریعتِ محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے' نہ ان کو تجدیدِ دین کے لیے دنیا میں لایا جائے گا' نہ وہ آ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک الگ امت بنائیں گے[2]۔ وہ صرف ایک کارِ خاص کے لیے بھیجے جائیں گے اور

---

[1] جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں' انہیں سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ ملاحظہ فرما لینی چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بندے کو ۱۰۰ برس تک مردہ رکھا اور پھر زندہ کر دیا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ۔

[2] علماء اسلام نے اس مسئلے کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ علامہ تفتازانی (۷۲۲۔۷۹۲) شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں:۔

ثبت انه اٰخر الانبیاء... فان قیل قدروی فی الحدیث نزول عیسیٰ علیه السلام بعده قلنا نعم لکنه یتابع محمداً علیه السلام لان شریعتهٗ قد نسخت فلا یکون الیه وحی ولا نصب احکام بل یکون خلیفة رسول الله علیه السلام. (طبع مصر' ص ۱۳۵)

یہ ثابت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔۔۔ اگر کہا جائے کہ آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے' تو ہم کہیں گے کہ ہاں' آیا ہے' مگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے' کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے' اس لیے نہ ان کی طرف وحی ہوگی اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے' بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے۔۔۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

۶۶

نقشہ نمبر ۱

وہ یہودی ریاست جس کا خواب اسرائیل کے لیڈر دیکھ رہے ہیں

وہ یہ ہوگا کہ دجال کے فتنے کا استیصال کر دیں۔ اِس غرض کے لیے حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان ان کا نزول ہوگا، انہیں اس امر میں کوئی شک نہ رہے گا کہ یہ عیسیٰ ابنِ مریمؑ ہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے، جو بھی مسلمانوں کا امام اس وقت ہوگا، اسی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور جو بھی اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا، اسی کو آگے رکھیں گے، تا کہ اس شبہ کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کے لیے واپس آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی جماعت میں اگر خدا کا پیغمبر موجود ہو تو نہ اس کا کوئی امام[1] دوسرا شخص ہو سکتا ہے اور نہ امیر۔ پس جب وہ مسلمانوں کی جماعت میں آ کر محض ایک فرد کی حیثیت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور یہی بات علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں کہتے ہیں:

ثم انہ علیہ السلام حین ینزل باق علی نبوتہ السابقۃ لم یعزل عنھا بحال لکنہ لا یتعبدبھا نسخھا فی حقہ وحق غیرہ وتکلیفہ باحکام ھٰذہ الشریعۃ اصلاً وفرعاً فلا یکون الیہ علیہ السلام وحی ولا نصب احکام بل یکون خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحاکما من حکام ملتہ بین امتہٖ: (جلد ۲۲۔ ص ۳۲)

پھر عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے، بہر حال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے، مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے، کیونکہ وہ ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے اور اب وہ اصول وفروع میں اس شریعت کی پیروی پر مکلّف ہوں گے، لہٰذا ان پر نہ اب وحی آئے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار رہوگا، بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور آپ کی امت میں ملتِ محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔

امام رازی اس بات کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

انتھاء الانبیاء الی مبعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم فعند مبعثہٖ انتھت تلک المدۃ فلا یبعد ان یصیر (ای عیسیٰ ابنِ مریم) بعد نزولہ تبعاً لمحمد: (تفسیر کبیر۔ ج ۳۔ ص ۳۴۳)

انبیاء کا دور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تھا۔ جب آپ مبعوث ہو گئے تو انبیاء کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ نازل ہونے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے۔

[1] اگر چہ دو روایتوں (نمبر ۵ و ۲۱) میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد پہلی نماز خود پڑھائیں گے لیکن بیشتر اور قوی تر روایات (نمبر ۳۔۷۔۹۔۱۵۔۱۶) یہی کہتی ہیں کہ وہ نماز میں امامت کرانے سے انکار کریں گے اور جو اس وقت مسلمانوں کا امام ہوگا، اسی کو آگے بڑھائیں گے۔ اسی بات کو محدثین اور مفسرین نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔

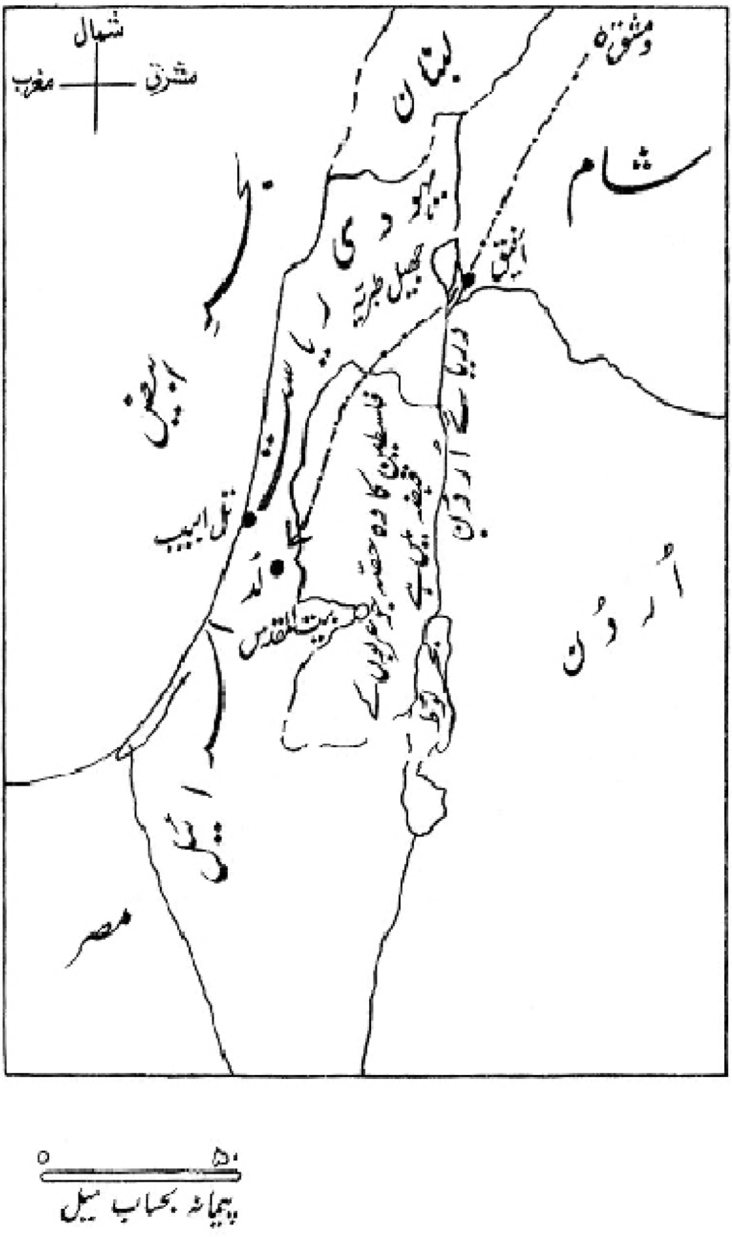

شمال
مشرق
مغرب
دمشق
لبنان
شام
جھیل طبریہ
دریائے اردن
تل ابیب
لد
بیت المقدس
اردن
مصر
۵۰
۰
پیمانہ بحساب میل

شامل ہوں گے تو یہ گویا خود بخود اس امر کا اعلان ہوگا کہ وہ پیغمبر کی حیثیت سے تشریف نہیں لائیں گے اور اس بنا پر ان کی آمد سے مہرِ نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔

ان کا آنا بلاتشبیہ اسی نوعیت کا ہوگا جیسے ایک صدرِ ریاست کے دور میں کوئی سابق صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماتحتی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے۔ ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دور میں کسی سابق صدر کے محض آ جانے سے آئین نہیں ٹوٹتا۔ البتہ دو صورتوں میں آئین کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ ایک یہ کہ سابق صدر اگر پھر سے فرائضِ صدارت سنبھالنے کی کوشش کرے۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص اس کی سابق صدارت کا بھی انکار کر دے۔ کیونکہ یہ ان تمام کاموں کے جواز کو چیلنج کرنے کا ہم معنی ہوگا جو اس کے دورِ صدارت میں انجام پائے تھے۔ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہ ہو تو بجائے خود سابق صدر کی آمد آئینی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتی۔ یہی معاملہ حضرتِ عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی کا بھی ہے کہ ان کے محض آ جانے سے ختمِ نبوت نہیں ٹوٹتی۔ البتہ اگر وہ آ کر پھر نبوت کا منصب سنبھال لیں اور فرائضِ نبوت انجام دینے شروع کر دیں، یا کوئی شخص ان کی سابق نبوت کا بھی انکار کر دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے آئینِ نبوت کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ احادیث نے پوری وضاحت کے ساتھ ان دونوں صورتوں کا سدِ باب کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ تصریح کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے اور دوسری طرف وہ خبر دیتی ہیں کہ عیسیٰ ابنِ مریمؑ دوبارہ نازل ہوں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کی یہ آمد ثانی منصبِ نبوت کے فرائض انجام دینے کے لیے نہ ہوگی۔

اسی طرح ان کی آمد سے مسلمانوں کے اندر کفر و ایمان کا بھی کوئی نیا سوال پیدا نہ ہوگا۔ ان کی سابقہ نبوت پر تو آج بھی اگر کوئی ایمان نہ لائے تو کافر ہو جائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی اس نبوت پر ایمان رکھتے تھے اور آپ کی ساری امت ابتدا سے ان کی مومن ہے۔ یہی حیثیت اس وقت بھی ہوگی۔ مسلمان کسی تازہ نبوت پر ایمان نہ لائیں گے بلکہ عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کی سابقہ نبوت ہی پر ایمان رکھیں گے جس طرح آج رکھتے ہیں۔ یہ چیز نہ آج ختمِ

نبوت کے خلاف ہے نہ اس وقت ہوگی۔

آخری بات جو ان احادیث سے اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجال، جس کے فتنۂ عظیم کا استیصال کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا، یہودیوں میں سے ہوگا اور اپنے آپ کو "مسیح" کی حیثیت سے پیش کرے گا۔ اس معاملے کی حقیقت کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا، جب تک وہ یہودیوں کی تاریخ اور ان کے مذہبی تصورات سے واقف نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے در پے تنزّل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ آخر کار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا، تو انبیاء بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک "مسیح" آنے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیش گوئیوں کی بنا پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو۔ لڑ کر ملک فتح کرے، بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لا کر فلسطین میں جمع کر دے اور ان کی ایک زبردست سلطنت قائم کر دے۔ لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے اور کوئی لشکر ساتھ نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے لیے درپے ہو گئے۔ اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیحِ موعود (Promised Messiah) کے منتظر ہیں جس کے آنے کی خوشخبریاں ان کو دی گئی تھیں۔ ان کا لٹریچر اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے۔ تلمود اور ربیوں کے ادبیات میں اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے، اس کی خیالی لذت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ امید لیے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی و سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں) انہیں واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھر سے جمع کر دے گا۔

اب اگر کوئی شخص مشرقِ وسطیٰ کے حالات پر ایک نگاہ ڈالے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیش گوئیوں کے پس منظر میں ان کو دیکھے تو وہ فوراً یہ محسوس کرے گا کہ اس دجالِ اکبر کے ظہور کے لیے اسٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے جو حضورؐ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق یہودیوں کا ''مسیح موعود'' بن کر اٹھے گا۔ فلسطین کے بڑے حصے سے مسلمان بے دخل کیے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست میں دنیا بھر کے یہودی کھنچ کھنچ کر چلے آرہے ہیں۔ امریکا' برطانیہ' اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنس داں اور ماہرینِ فنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے چلے جا رہے ہیں اور اس کی یہ طاقت گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لیے ایک خطرۂ عظیم بن گئی ہے۔ اس ریاست کے لیڈروں نے اپنی اس تمنا کو کچھ چھپا کر نہیں رکھا ہے کہ وہ اپنی ''میراث کا ملک'' حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مستقبل کی یہودی سلطنت کا جو نقشہ وہ ایک مدت سے کھلم کھلا شائع کر رہے ہیں' اسے اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پورا شام' پورا لبنان' پورا اردن اور تقریباً سارا عراق لینے کے علاوہ ٹرکی سے اسکندرون' مصر سے سینا اور ڈیلٹا کا علاقہ اور سعودی عرب سے بالائی حجاز و نجد کا علاقہ لینا چاہتے ہیں جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑبونگ سے فائدہ اٹھا کر وہ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور ٹھیک اس موقع پر وہ دجالِ اکبر ان کا مسیحِ موعود بن کر اٹھے گا جس کے ظہور کی خبر دینے ہی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں پر مصائب کے ایسے پہاڑ ٹوٹیں گے کہ ایک دن ایک سال کے برابر محسوس ہوگا۔ اسی بنا پر آپ فتنۂ مسیحِ دجال سے خود بھی خدا کی پناہ مانگتے تھے اور اپنی امت کو بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس مسیحِ دجال کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اس اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول کی جگہ ہندوستان یا

افریقہ یا امریکا میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی کیونکہ یہی مقام اس وقت عین محاذِ جنگ پر ہوگا۔ براہِ کرم صفحہ ۶۸ پر نقشہ ملاحظہ فرمائیے‘ اس میں آپ دیکھیں گے کہ اسرائیل کی سرحد سے دمشق بمشکل ۵۰‘۶۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ پہلے جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں‘ ان کا مضمون اگر آپ کو یاد ہے تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی زحمت نہ ہوگی کہ مسیحِ دجال ۷۰ ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق میں جا پہنچے گا۔ ٹھیک اس نازک موقع پر دمشق کے مشرقی حصے میں ایک سفید مینار کے قریب حضرت عیسیٰ ابنِ مریمؑ صبحدم نازل ہوں گے اور نمازِ فجر کے بعد مسلمانوں کو اس کے مقابلے پر لے کر نکلیں گے۔ ان کے حملے سے دجال پسپا ہو کر اَفیق کی گھاٹی سے (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۱) اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لُد کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھ سے مارا جائے گا (حدیث نمبر ۱۰۔۱۴۔۱۵) اس کے بعد یہودی چُن چُن کر قتل کیے جائیں گے اور ملتِ یہود کا خاتمہ ہو جائے گا (حدیث نمبر ۹۔۱۵۔۲۱) عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ کی طرف سے اظہارِ حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی (حدیث نمبر ۱۔۲۔۴۔۶) اور تمام ملتیں ایک ہی ملتِ مسلمہ میں ضم ہو جائیں گی۔ (حدیث نمبر ۶۔۱۵)

یہ ہے وہ حقیقت جو کسی اشتباہ کے بغیر احادیث میں صاف نظر آتی ہے۔ اس کے بعد اس امر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ”مسیحِ موعود“ کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پھیلایا گیا ہے وہ ایک جعل سازی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔

اس جعل سازی کا سب سے زیادہ مضحکہ انگیز پہلو یہ ہے کہ جو صاحب اپنے آپ کو ان پیش گوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہیں‘ انہوں نے خود عیسیٰ ابنِ مریم بننے کے لیے یہ دلچسپ تاویل فرمائی ہے۔

”اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) براہین احمدی کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے‘ دو برس تک صفتِ مریمیت میں مَیں نے پرورش پائی۔۔۔ پھر۔۔۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد‘ جو دس مہینے سے زیادہ نہیں‘ بذریعہ اُس الہام کے جو سب سے آخر براہینِ احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے‘ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس

طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح ص ۸۷۔۸۸۔۸۹)

یعنی پہلے مریم بنے، پھر خود ہی حاملہ ہوئے، پھر اپنے پیٹ سے آپ عیسیٰ ابنِ مریمؑ بن کر تولد ہو گئے۔ اس کے بعد یہ مشکل پیش آئی کہ عیسیٰ ابنِ مریم کا نزول تو احادیث کی رو سے دمشق میں ہونا تھا جو کئی ہزار برس سے شام کا ایک مشہور و معروف مقام ہے اور آج بھی دنیا کے نقشے پر اسی نام سے موجود ہے۔ یہ مشکل ایک دوسری پُر لطف تاویل سے یوں رفع کی گئی۔

''واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔۔۔ یہ قصبہ قادیان بہ وجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں۔ دمشق سے ایک مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے''۔ (حاشیۂ ازالۂ اوہام ص ۶۳ تا ۷۳)

پھر ایک اور الجھن یہ باقی رہ گئی کہ احادیث کی رو سے ابنِ مریم کو ایک سفید منارہ کے پاس اترنا تھا۔ چنانچہ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مسیح صاحب نے آ کر اپنا منارہ خود بنوالیا۔ اب اسے کون دیکھتا ہے کہ احادیث کی رو سے منارہ وہاں ابنِ مریم کے نزول سے پہلے موجود ہونا چاہیے تھا اور یہاں وہ مسیحِ موعود کی تشریف آوری کے بعد تعمیر کیا گیا۔

ان تاویلات کو جو شخص بھی کھلی آنکھوں سے دیکھے گا، اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے بہروپ (False Impersonation) کا صریح ارتکاب ہے جو علی الاعلان کیا گیا ہے۔